

علی (ع) اور نہج البلاغہ

<?xml encoding="UTF-8">

جس دن ہم نے نہج البلاغہ کا ادراک کر لیا اور تمام تعصبات و جانبداریوں سے مبرا ہوتے ہوئے اسکی کنہ حقیقت تک پہنچ گئے اس دن ہم تمام سماجی، اخلاقی، معاشی اور فلسفیانہ مکاتب فکر سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

نہج البلاغہ کتاب حق و حقیقت

حقیقت تو یہ ہے کہ ان چند جملوں کے ذریعہ نہج البلاغہ کی شناخت حاصل نہیں کی جا سکتی کیونکہ اگر ارباب علم و فلسفہ گزشتہ تاریخی حقائق کے سلسلے میں نہج البلاغہ سے استفادہ کر لیں تب بھی ان کیلئے مستقبل تو مجہول ہی ہے جبکہ نہج البلاغہ فقط ماضی و حال ہی سے مربوط نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو آئندہ سے بھی مربوط ہے کیونکہ نہج البلاغہ میں انسان و کائنات کے بارے میں جا و دانہ طور پر مبسوط بحث کی گئی ہے۔ بشر و کائنات کے حوالے سے جن اصول و قوانین کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ کسی ایک زبان و مکان کو پیش نظر رکھ کر وضع نہیں کئے گئے ہیں کہ کسی ایک محدود زمانے میں مقید ہو کر رہ جائیں۔ زمانے تبدیل ہو رہے ہیں اور ہر زمانے کے افراد اپنے فہم و ادراک کے مطابق اس آفاقی کتاب سے استفادہ و بہرہ برداری کرتے رہتے ہیں۔

ایسی کونسی کتاب ہے جس میں نہج البلاغہ کی طرح حیات و موز حیات کے متعلق اسقدر عمیق اور جامع بحث کی گئی ہو اور زندگی کے دونوں پہلوؤں اور اسکی حقیقت کو بالتفصیل واضح کیا گیا ہو؟ آیا ممکن ہے کہ نہج البلاغہ کے علاوہ کسی اور کتاب میں مفہوم اور موز موت و حیات تک دسترس پیدا کی جا سکے؟

کیا ممکن ہے کہ بشر کے محدود ذہن کے ذریعہ ساختہ شدہ، ناقص مکاتیب فکر سے اقتصادیات کے ان تمام نکات اور پہلوؤں کا استخراج کر لیا جائے جو نہج البلاغہ میں موجود ہیں؟ ہر اقتصاد دان مکتب فکر جہاں کچھ امتیازات و محاسن کا حامل ہوتا ہے وہیں اسمیں کچھ نقائص بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک مکتب فکر انسان کو اقتصادیات پر قربان کر دیتا ہے جبکہ دوسرے مکتب کی نگاہ میں انسان کیلئے معاشیات کی کوئی حیثیت نہیں ہے، تیسرا مکتب، بشر کو اس حد تک آزادی کا اختیار دے دیتا ہے کہ معاشرے کی تمام اہمیت و ارزش ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے، چوتھا مکتب آتا ہے اور اسکی ساری توجہات معاشرے پر مرکوز ہو جاتی ہیں لیکن نہج البلاغہ نے اسلام کی معتدل روش کا اتباع کرتے ہوئے سماج کے ہر طبقے کے حقوق کی محافظت کی ہے اس طرح کہ فرد و معاشرہ، دونوں کا یکساں خیال رکھا ہے یعنی فردی آزادی اور اختیارات فقط اس حد تک قابل قبول ہیں جہاں تک سماجی زندگی میں خلل پیدا نہ ہو ورنہ معاشرتی زندگی مذکورہ صورت میں بھر حال برتری کی حامل ہے یعنی سماجی زندگی، فردی زندگی پر فوقیت رکھتی ہے۔ نہج البلاغہ نے زندگی کے معاشی شعبے میں اسلام کے اصول و قوانین اسقدر واضح طور پر بیان کئے ہیں کہ خود

بخود ہر حقدار تک اسکا حق پہونچ جاتا ہے۔ سماجی نظام حیات کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ معاشرے کے تمام افراد ایک انسانی بدن کے اعضاء کی مانند نظر آتے ہیں۔ اگر پیر میں تکلیف ہو تی ہے تو آنکھ بھی اس درد کا احساس کرتی ہے لیکن جو کام آنکھ کر سکتی ہے، ایک پیر نہیں کر سکتا اور پیر سے ایسی توقع رکھی بھی نہیں جا سکتی لہذا اسی وجہ سے معاشرہ کو فردی زندگی پر مقدم رکھا گیا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے کسی شخصیت کا معیار فقط و فقط تقویٰ ہے۔ اسلامی معاشرے میں وہی شخص مقام و مرتبہ کا حامل ہے جو اپنی ذمہ داریوں اور وظائف کو خاطر خواہ طور پر انجام دیتا ہے۔

اسی طرح نہج البلاغہ میں ذکر شدہ حکومت و سیاست سے متعلق امور و اصول معاشرے میں ممکنہ طور پر موجود مسائل کا راہ حل بھی پیش کرتے ہیں۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی (ع) کے ذریعے مالک اشتر کے لئے صادر شدہ فرمان میں ہر اس قانون کامشاہدہ کیا جاسکتا ہے جو حکومت و عوام کے رابطے کے متعلق ایک انسانی ذہن وضع کر سکتا ہے خواہ یہ قانون کسی ایک ملک و مملکت سے متعلق ہو یا عالمی برادری کو مد نظر رکھتے ہوئے بنایا گیا ہو۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت علی (ع) کے اس فرمان کا خاصہ یہ بھی ہے کہ اس فرمان میں موجود وہ نکات اور پہلوؤں تک ایک عام انسان کا ذہن پہونچ بھی نہیں سکتا۔

نہج البلاغہ کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ اس نے مختلف النوع مضامین و مطالب کو اتنے جاذب اسلوب میں بیان کیا ہے کہ گویا یہ کتاب ایک مسلسل مضمون پر مشتمل ہے۔ جہاں ما وراء الطبیعت مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے، قطعاً ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ عقل و قلب ان مسائل کے ادراک میں ایک دوسرے کی مخالف جہت میں جارہے ہوں جبکہ فلسفے کی کتابوں میں جب ایک فلسفی کسی مسئلے کی تحلیل کرتا ہے تو فقط عقلی نقطہ نظر کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ ایک فلسفی کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک ہی مسئلے کی تحلیل عقل و قلب دونوں اعتبار سے کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ عقل فطری اور عقل عملی (1) اصطلاحاً جسے ادراک قلبی و وجدانی بھی کہا جاتا ہے) کو ایک دوسرے سے جدا رکھا جاتا ہے کیونکہ روح انسانی میان دونوں حقیقتوں کی روش مختلف ہے۔

نہج البلاغہ کی ایک خاصیت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جس حد تک انسان و کائنات کے متعلق حقائق و واقعات اس کتاب میں ذکر کر دیے گئے ہیں، ان سے بالاتر حقائق کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر جہاں زہد و تقویٰ سے متعلق گفتگو کی گئی ہے وہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملے اس شخص کی زبان سے جاری ہو رہے ہیں جسکی ساری زندگی صرف اور صرف زہد و پارسائی کے درمیان ہی گزری ہے۔ اسی طرح جن مقامات پر جنگ اور مقامات جنگ کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے وہاں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ جملے اس شخص کی زبان سے جاری ہو رہے ہیں جسکی ولادت میدان جنگ میں ہوئی ہے اور نہ فقط ولادت بلکہ اس نے جنگ کے دوران ہی اس دنیا سے کوچ کیا ہے۔

جہاں حضرت علی (ع) نے دنیا کی بے ثباتی اور متضاد صفات کا تذکرہ کیا ہے وہاں محسوس ہوتا ہے کہ گویا علی (ع) نے دنیا کی خلقت کے اولین مرحلے ہی سے بشریت کے ساتھ زندگی گزاری ہے اور دنیا کے خاتمے تک تمام حوادث کا بذات خود مشاہدہ کیا ہے

مالک اشتر کو حکومت و سیاست کے اصول تعلیم فرماتے ہیں تو ایک عام انسانی ذہن خیال کرتا ہے کہ روز اول ہی سے امام (ع) نے اپنی زندگی انہیں امور کو انجام دینے میں گزاری ہے۔ آج جب کہ چاروں طرف زمانہ میں تمدن و تہذیب کا دور دورا ہے، نہج البلاغہ میں مذکورہ دستورات کے تحت معاشرے کو مکمل طور پر مہذب و متمدن بنایا جاسکتا ہے۔

جہاں لطیف تشبیہات و کنایات کا ذکر فرمایا ہے وہاں محسوس ہوتا ہے گو یا آپ کی تمام عمر ادب و فنون لطیفہ کے درمیان گزری ہے۔ تو حید کے ارفع و اعلیٰ مباحث کے متعلق خطبہ ارشاد فرماتے ہیں تو تمام فلسفی گنگ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ جس طرح حضرت علی (ع) کی شخصیت ایسی مختلف اور متضاد صفات کی حامل ہے کہ کسی ایک فرد میں اسکا اجتماع ممکن نہیں ہے اسی طرح نہج البلاغہ بھی مختلف و متضاد فردی و اجتماعی مسائل و امور کا سمندر اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

نہج البلاغہ سے متعلق ایک غور طلب نکتہ یہ بھی ہے کہ بعض سادہ لوح حقیقت سے بے خبر یا باخبر لیکن خود غرض افراد یہ سمجھتے ہیں کہ نہج البلاغہ سید رضی (رح) کی تخلیق ہے۔ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ حضرت علی (ع) کی زبان سے جاری شدہ بعض الفاظ یا جملے بھی اس میں شامل ہیں۔ اس طرح کے بے بنیاد دعوے ابن خلکان سے شروع ہوئے اور دوسرے افراد نے اسکی پیروی کی ہے۔

اولاً سید رضی (رح) کے ذریعے تخلیق کردہ علم و حکمت اور ادب پارے ہمارے دسترس میں ہیں۔ انکا شعری دیو ان بھی کافی مشہور و معروف ہے۔ اگر سید رضی (رح) کو درجہ اول کے شعراء اور ادباء میں فرض بھی کر لیا جائے تو سید رضی (رح) ماہر اقتصادیات و سماجیات یا حکیم وغیرہ نہیں ہیبتی یعنی حضرت علی (ع) کے سماجی زندگی اور حکمت سے متعلق عام خطبات تک بھی سید رضی (رح) کے ذہن کی رسائی نہیں ہے۔

ثانیاً موجودہ نہج البلاغہ میں موجود آنحضرت (ع) کے خطب و مکتوبات، سید رضی (رح) کی ولادت سے پہلے ہی سے دوسری کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایسا قطعاً نہیں ہے کہ نہج البلاغہ سید رضی (رح) کی تخلیق ہے بلکہ فقط تعصب، خود غرضی اور جھالت اس بے بنیاد دعوے کا سبب ہیں۔

ثالثاً کون ہے جس نے حضرت علی (ع) کے زمانے سے لیکر سید رضی بلکہ آج تک اس بلند و بالا فصاحت و بلاغت اور مختلف حقائق و مسائل کو اس قدر سلیس انداز سے ایک ہی اسلوب میں بیان کیا ہو؟ ما قبل و ما بعد اسلام عرب میں موجود اکثر خطب و مکتوبات تاریخ میں موجود ہیں اور سینکڑوں کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں لیکن ایسی ایک کتاب بھی مشاہدے میں نہیں آسکی ہے کہ جسکا اسلوب اور انداز بیان نہج البلاغہ کے درجے تک پہنچ سکے۔

کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ نہج البلاغہ کے مشہور و معروف خطبے ”ان الدنيا دار مجاز والاخرة دار قرار“ کو معاویہ بن ابوسفیان سے منسوب کیا گیا ہے۔ ”بیان اور تبیین“ میں جا حظ کے بقول معاویہ کے پاس دنیا پرستی اور حکومت پرستی کی وجہ سے اتنی فرصت ہی کہاں تھی کہ ان بلند و بالا مضامین و مطالب میں اپنا سر کھپا سکتا۔ اگر ”بیان اور تبیین“ کا مطالعہ کیا جائے (سید رضی (رح) نے بھی عین عبارت کو نقل کیا ہے) تو خود بخود واضح ہو جائیگا کہ معاویہ جیسے شخص کیلئے محال ہے کہ ان عالی مضامین کے حامل خطبے کو اپنی زبان سے جاری کر سکے۔

رابعاً سید رضی (رح) جیسی بلند شخصیت سے بعید ہے کہ کسی شخص کے کلام کو کسی دوسرے شخص سے منسوب کرے۔ بعض مخالفین اپنے تقلیدی عقائد اور اعتقادات کو ثابت کرنے کیلئے نہ فقط یہ کہ سید رضی (رح) جیسے عادل شخص کو فاسق اور دروغ گو ٹھہراتے ہیں بلکہ حضرت علی (ع) کے والد بزرگوار جناب ابو طالب (ع) اور جناب ابوذر تک کو بھی کفار کی فہرست میں شامل کر دیتے ہیں۔ ایسے افراد کیلئے سید رضی (رح) کو دروغ گو قرار دینا قطعاً اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ تاریخ میں بعض حضرات کے نزدیک کسی کو دروغ گو ثابت کر دینا بھی ایک فن ہے۔

خامساً اگر نہج البلاغہ واقعی سید رضی (رح) کی تخلیق اور ذہنی کاوشوں کا نتیجہ ہے تو پھر کیوں سید رضی (رح) نے اس قدر ان کلمات و جملات کو از حد اہمیت دی ہے۔ مثلاً ایک خطبے کو نقل کرنے کے بعد سید رضی (رح) تحریر فرماتے ہیں: ”یہ خطبہ گزشتہ صفحات میں بھی نقل کیا جا چکا ہے لیکن روایات کے اختلاف کی بنا پر یہاں اسکو دوبارہ نقل کیا گیا ہے۔“ یا ”مذکورہ جملے، گزشتہ خطبے میں دو سرے انداز سے نقل کئے گئے تھے لیکن اختلاف کی وجہ سے یہاں دوبارہ نقل کیا جا رہا ہے۔“

نہج البلاغہ کو حضرت علی (ع) سے منسوب نہ کرنے کی دوا ہم و جوہات بیان کی گئی ہیں:

(1)۔ طر فدا ران حضرت علی (ع) آپ کی برتری ثابت کرنے کیلئے نہج البلاغہ کو بطور مثال پیش کرتے ہیں اور نتیجتاً کہتے ہیں: ”اگر دوسرے افراد بھی حضرت علی (ع) ہی کی طرح بلند مقامات و مناصب کے حامل تھے تو نہج البلاغہ کا کم از کم ایک تہائی یا چوتھا حصہ ہی ان سے نقل کیا گیا ہوتا۔ دوسرے الفاظ میں علی (ع) کے پاس نہج البلاغہ جیسا شاہکار ہے، دوسروں کے پاس کیا ہے؟“

(2)۔ حضرت علی (ع) نے نہج البلاغہ میں اکثر مقامات پر گزشتہ افراد کے متعلق اپنی ناراضگی اور عدم رضایت واضح طور پر بیان کی ہے اور یہیں سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت علی (ع) کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائشات کو زمانے نے فراموش کر دیا تھا۔

نہج البلاغہ حضرت علی (ع) سے صادر ہوئی ہے، اس کے لئے عمدہ ترین اور بہترین دلیل یہی ہے کہ تاحال نہیں سنا گیا ہے بلکہ غیر ممکن ہے کہ کوئی دعویٰ کرے کہ نہج البلاغہ کا کوئی بھی خطبہ یا مکتوب امیر المومنین (ع) سے صادر نہیں ہوا ہے کیونکہ تمام شیعہ و سنی محدثین و مورخین اس پر متفق ہیں کہ نہج البلاغہ کا کم از کم کچھ حصہ تو حتمی اور یقینی طور پر حضرت علی (ع) سے صادر ہوا ہے اور اگر کوئی شخص محدثین و مورخین کے اس اتفاق کی تصدیق کر دے (اس بات سے انکار فقط اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے جب اسلامی اصول و احادیث کو طاق پر اٹھا کر رکھ دیا جائے) تو اسکو لامحالہ یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ نہج البلاغہ از اول تا آخر حضرت علی (ع) سے صادر ہوئی ہے کیونکہ عربی ادبیات سے ذرہ برابر آشنا ئی اور واقفیت رکھنے والا شخص بغیر کسی شک و تردید کے کہہ دیگا کہ نہج البلاغہ فقط ایک اسلوب اور سبک پر محیط ہے اور ایک ہی شخص سے صادر ہوئی ہے۔

اگر خورشید کو بھی اپنی نور افشانی کی تصدیق کیلئے دوسرے خود غرض افراد کی ضرورت ہوتی تو نہ جانے کب کا اس کا ثنات کو والداع کہہ چکا ہوتا اور کسی مجہول و مبہم گوشے میں پوشیدہ ہو کر رہ گیا ہوتا۔